تضمینِ شعر کے چند زاویے

ڈاکٹر بصیرہ عنبرین
ایسوسی ایٹ پروفیسر اردو، شعبہ اردو، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

A STUDY OF PATCH-VERSE IN URDU

Baseera Ambreen, PhD
Associate Professor of Urdu
Department of Urdu, University Oriental College, Lahore

Abstract

This article reviews selected Patch-verse of Urdu poets after the establishment of Pakistan. The origin and source of base verse has been traced and poetic beauties resulted by Patch-verse have also been highlighted. After Pakistan's emergence, the select poets have not only composed Patch-verse employing classical poetry but also presented beautifully Patch-verse composition of rather modern poets of twentieth century. This article is a unique study of different aspects of Patch-verse and sheds light on Patch-verse of some of Urdu's note-worthy poets.

Keywords: اقبال، حسرت، فانی بدایونی، جگر مرادآبادی، یاس یگانہ چنگیزی، صوفی تبسم، ماہر القادری، مجید امجد، فیض احمد فیض، حفیظ تائب

اردو شاعری میں تضمینِ شعر کی روایت بہت مضبوط ہے۔شعرائے قدیم وجدید نے اس میں نوع بہ نوع اضافے کیےاور اردو شاعری کے ہر دور میں اس کی متنوع نوعیتیں اپنائی جاتی رہیں۔اُردو کے کلاسیکی شعرانے اس فن کوایک معیارعطا کیااور زیادہ ترشعرائے فارسی کی تضمینیں کرتے ہوئے اپنے کلام کووقار بخشا۔دوسری جانب یہ بھی حقیقت ہے کہ جدید شعرانے اس روایت میں اضافہ کرتے ہوئے ایک طرف فارسی شعرا کے اشعار ومصاریع کو پیوندِ کلام کیا تو دوسری طرف اُردو کی کلاسیکی شاعری کے پرکشش ابیات کو اپنے کلام میں ڈھالتے ہوئے دوگونہ لطف پیدا کیا۔بیسوی صدی کے اوائل میں اقبال،حسرت موہانی، اصغرگونڈوی، فانی بدایونی،تلوک چندمحروم، اسرارالحق مجاز،جگرمرادآبادی،خوشی محمدناظر اوریاس یگانہ چنگیزی جیسے شعرانے تضمین شعر کی روایت کومضبوط کیا۔بعدازاں اسی صدی میں صوفی تبسم، ماہر القادری، اختر الایمان، مجیدامجد، ن م۔راشد،فیض احمد فیض،فراق گورکھ پوری،حفیظ تائب،ناصر کاظمی،منیر نیازی وغیرہ جیسے سنجیدہ شاعروں کے ساتھ ساتھ سیّدضمیر جعفری،سیّدمحمد جعفری، اسدجعفری،دلاورفگاراور انورمسعود جیسے طنزیہ ومزاحیہ شعرانے تضمین شعر کی روایت کومضبوط تر کرنے میں فعال کردارادا کیا۔بیسویں صدی کی اس روایت کے محض چندشعرا ہی کی تضمینی کاوشوں کا جائزہ لیں تو اُس فن کی بوقلمونی کا احساس ہو جاتا ہے، مثلاً اس عہد کے معروف شاعرصوفی تبسم کے ہاں تضمین کے سلسلے میں خاصا تنوع ملتا ہے۔ان کےکلام میں اقتباس کی صورت جابجا ابھری، جیسے:

وہ جس کے علم کی تفسیر ''الم نشرح لک صدرک''
وہ جس کے اوج کی تعبیر ''سبحان الذی اسریٰ''(۱)

وہ بڑی سہولت کےساتھ اردواورفارسی کےاشعارومصاریع اپنےشعر پاروں میں سمولیتے ہیں۔کلام تبسم میں کلام معروف کی تضمین بے حد روانی و بے ساختگی کے ساتھ ہوئی ہے۔وہ جہاں کہیں تصرف بھی کرتے ہیں، وہاں زیرِتضمین ابیات کونئی معنویت کےساتھ ہم کنار کرنا مقصود ہوتا ہے،شعر دیکھیے:

طاری ہے محویت سی لگا کر کسی سے دل
میں جانتا نہیں کہ جفا کیا وفا ہے کیا(۲)

وصال جاودانی چاہتا ہوں
مگر وہ زندگی لاؤں کہاں سے(۳)

اپنی ناکام آرزوؤں کو
کس تمنا سے دیکھتے ہیں ہم(۴)

مکمل صورت میں اصل اشعار ملاحظہ ہوں:

ہم کو اُن سے وفا کی ہے امید
جو نہیں جانتے وفا کیا ہے(۵)

آئینہ کیوں نہ دوں کہ تماشا کہیں جسے
ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے(۶)

تماشا! کہ اے محوِ آئینہ داری
تجھے کس تمنا سے ہم دیکھتے ہیں(۷)

ان جزوی تضمینوں سے ہٹ کر صوفی صاحب کے کلام میں مصرعے یا شعر کی من وعن تضمین کے سلسلے میں غالب، اقبال اور حافظ کے شعر پاروں کی طرف توجہ ملتی ہے، انداز دیکھیے:

یونہی کہہ دی غزل ورنہ بقول حضرت غالب
''اثر فریاد دلہائے حزیں کا کس نے دیکھا ہے''(۸)

نعرہ زد عشق کہ خونیں جگرے پیدا شد
حسن لرزید کہ صاحب نظرے پیدا شد
اُس کے آتے ہی امنگوں کی فضا جاگ اٹھی
آرزوؤں کے مچلنے کی ادا جاگ اٹھی

اُس کی آواز سے پھر زیست کا نغمہ ابھرا
ہر رگِ ساز میں اک تازہ نوا جاگ اٹھی

//　　//　　//　　//　　//　　//

پھر دمکنے لگا خورشید کا روئے تاباں
پھر سے سوئی ہوئی کرنوں کی ضیا جاگ اٹھی(۹)

دائم آں رازے کہ بستی بر سرش رنگ دگر
لیکن ایں سازِ خموشاں راست آہنگ دگر
''ہم چوں سوزن دائم از پوشش گریز انیم ما
جامہ بہر خلق می دوزیم و عُریانیم ما''(۱۰)

تضمینی اشعار مکمل صورت میں دیکھیے:

وفائے دلبراں ہے اتفاقی، ورنہ اے ہمدم
اثر فریاد دلہائے حزیں کا کس نے دیکھا ہے(۱۱)

نعرہ زد عشق کہ خونیں جگرے پیدا شد
حسن لرزید کہ صاحب نظرے پیدا شد(۱۲)

ہم چوں سوزن دائم از پوشش گریزا نیم ما
جامہ بہر خلق می دوزیم و عُریا نیم ما(۱۳)

اسی طرح وہ 'تضمین مترجم، کے جوہر بھی بڑی بلاغت ومعنویت کے ساتھ دکھاتے ہیں اور انھوں نے غالب، اقبال، کی فارسی شاعری کو اردو کے قالب میں ڈھال ہے۔(۱۴) یاد رہے کہ صوفی صاحب نے اپنے فارسی کلام میں بھی غالب اور اقبال جیسے شاعر کے تتبع میں بھی تضمین کی جانب اپنے

رجحان خاص کا اظہار کیا ہے۔اس سلسلے میں وہ ممتاز فارسی شعر اُظیری، طالب آملی اور غالب کے فارسی کلام پر تضمینیں کرتے ہیں۔علاوہ ازیں تضمین مترجم کی ذیل میں غالب، اقبال، وڈز ورتھ، اور شیلے کے کلام کو پنجابی زبان میں منظوم بھی کیا گیا ہے۔(۱۵)

اسی زمانے میں ماہر القادری کے کلام میں تضمین سے کہیں زیادہ اقتباس کی مثالیں ملتی ہیں۔ ان کے شعری اوراق میں اکثر وبیش تر اشھد ان **لا الہ**، ھواللہ احد،**کل** شیء ھالک، **لا الہ الا** اللہ، دع ما کدر وخذ ما صفا، قاب **قوسین** ،ھل اتی ،حریم لی مع اللہ ،اتممت علیکم ،انتم **الاعلون** وغیرہ جیسے قرآنی ٹکڑے بڑی روانی اور بے ساختگی کے ساتھ مقتبس ملتے ہیں۔ایسا کرتے ہوئے ان کے کلام پر اقبال کی شاعری کے گہرے اثرات محسوس ہوتے ہیں اور مقتبس ٹکڑوں کو بعض اوقات تو وہ علامہ ہی کے رنگ میں حصہ شعر بنادیتے ہیں، مثلاً:

دعائے شام و سحر **لا** الہ **الا** اللہ
یہی ہے زاد سفر **لا** الہ **الا** اللہ(۱۶)

'حریم لی مع اللہ' کے کوئی اسرار کیا جانے
جہاں تو ہے وہاں اک عالم بے نام ہے ساقی(۱۷)

اقتباس کی صورت سے ہٹ کر تضمینی طور پر بھی انھوں نے علامہ کے ایک مصرعے کا ٹکڑا بطور عنوان اختیار کیا ہے جو کہ تضمین کا ایک محبوب طریقہ رہا ہے، یہ نظم ''معراج کی رات'' ہے اور اقبال ہی کے رنگ میں مرقوم ہے۔آغاز دیکھیے:

جس کا مشتاق ہے خود عرش بریں آج کی رات
حرم کعبہ کے اندر ہے مکیں آج کی رات(۱۸)

اقبال کے تضمینی شعر ملاحظہ ہوں جن کی وساطت سے جزوی تضمین تشکیل ہو پائی ہے:

اختر شام کی آتی ہے فلک سے آواز
سجدہ کرتی ہے سحر جس کو، وہ ہے آج کی رات

رہ یک گام ہے ہمت کے لیے عرشِ بریں
کہہ رہی ہے یہ مسلمان سے معراج کی رات(۱۹)

خالص تضمین کے سلسلے میں ماہر القادری نے رومی، عرفی، حافظ، غالب، شیفتہ، اقبال اور فانی کے اشعار ومصاریع کو کمال بلاغت کے ساتھ تضمین کیا ہے۔ اس ضمن میں ''دانش وہنر کی بزم مشاورت'' ان کی ایک طویل ڈرامائی نظم ہے جس میں مختلف معروف فلاسفہ وماہرین فن، مجاہدین اسلام کے ساتھ ساتھ غیبی اصوات بہ طور کردار رونما ہوتی ہیں اور سب اپنے خیالات کا اظہار کر کے اس تمثیلی منظرنامے سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ اس نظم کے بعض حصوں میں تضمینی جھلکیاں موجود ہیں اور کلام رومی اور اقبال سے جزوی استفادے کا رجحان ملتا ہے، مثلاً 'مغنی' کے کردار کی پیش کش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''نے'' کو سن کر''پیر روم'' پردۂ محمل گرفت
بو علی بیٹھا ہوا، سوچا کیا علم کلام(۲۰)

رومی اور اقبال کے تابیدی صورت میں تضمین کیے گئے مکمل اشعار دیکھیے:

بشنو از نے چون حکایت می کند
وز جدائیہا شکایت می کند(۲۱)

بو علی اندر غبارِ ناقہ گم
دستِ رومی پردۂ محمل گرفت(۲۲)

اسی طرح ذیل کے شعر میں شاعر کا کردار، شاعری کی اہمیت سے روشناس کراتے ہوئے کہتا ہے:

سچ کہا ہے ''شاعری جزویست از پیغمبری''
میری فطرت پر ہوئی نازل محبت کی کتاب(۲۳)

رومی کا شعر جسے خود اقبال نے بھی اسی انداز سے تضمین کیا، یہ ہے:

شاعری جزویست از پیغمبری
جاہلانش کفر خوانند از خری(۲۴)

اسی طرح مختلف کرداروں کو متعارف کرانے کے بعد وہ ''جذبِ دروں'' کے زیرِعنوان ایسی شاعری کی توصیف کرتے ہیں جو اس جذبے سے متصف ہے اور بڑی روانی سے اقبال کے مصرعے کو نئے معنی کے ساتھ بہ تصرف تضمین کر دیتے ہیں:

یہی آئین فطرت ہے یہی قانون قدرت ہے
کہ موجِ آب سے ہے برق کے شعلوں کی پیدائی (۲۵)

جیسا کہ ذکر ہوا کہ ماہر کو اقبال سے ارادت تھی لہٰذا ''اقبال'' کے نام سے لکھی گئی نظم میں وہ ستائشی رنگ میں کلامِ اقبال کو پیوندِ کلام کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے''
وہ ان اسرار کو شعروں میں سمجھاتا ہوا آیا (۲۶)

اقبال کا شعر معروف معلوم ہے، یعنی:

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے (۲۷)

شعرِ اقبال کی تصرف کے ساتھ تضمین ماہر کی غزل کے ایک شعر میں ملاحظہ ہو:

مرا پائے طلب آسودۂ منزل نہ بن جائے
یہ آسانی بھی اب میرے لیے مشکل نہ بن جائے (۲۸)

اقبال کا مکمل شعر دیکھیے:

پریشاں ہو کے میری خاک آخر دل نہ بن جائے
جو مشکل اب ہے یا رب پھر وہی مشکل نہ بن جائے (۲۹)

یوں کلامِ ماہر میں رومی کے ساتھ ساتھ کلامِ اقبال سے اخذ و استفادے کا رجحان تواتر کے ساتھ ملتا ہے، خود کہتے ہیں:

بہ فیضِ حضرت رومی سفالِ ماہر میں
فروغِ بادۂ اقبال کے سوا کیا ہے (۳۰)

دیگر اردو شعرا میں ماہر کی توجہ کا مرکز غالب، شیفتہ اور فانی کا کلام بنتا ہے، مثلاً ''جدید ہندوستان''

کے زیرِعنوان نظم میں خالص تضمین کی مثال ملتی ہے اور وہ بڑی مہارت کے ساتھ غالب کا کلام تضمین کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فضا میں گونج رہا ہے پیامِ آزادی
ہر ایک دل سے یہ کہتی ہے فطرتِ آزاد
بیا کہ قاعدۂ آسمان بگردانیم
قضا بہ گردشِ رطلِ گران بگردانیم(۳۱)

غالب کے اصل اشعار میں ماہر نے تبدیلی نہیں کی(۳۲) اسی طرح فانی کے شعر پر تضمین ''کوئے دوست'' کے زیرِعنوان نظم میں ملتی ہے جہاں وہ ایک عاشق کے جذبات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فانیِ مرحوم نے میرا فسانہ کہہ دیا
''پھر فریبِ سادگی ہے رہنمائے کوئے دوست''(۳۳)

فانی کا مکمل شعر دیکھیے:

پھر فریبِ سادگی ہے رہنمائے کوئے دوست
مٹنے والی آرزوئیں لے چلیں پھر سوئے دوست(۳۴)

فارسی شعرا میں رومی کے علاوہ عرفی اور حافظ کے کلام پر تضمین کرتے ہیں۔ خاص طور پر ان کے ہاں حافظ کے معروف مصرعے کا ایک ٹکڑا تحسینی انداز میں پیوندِ کلام ہوا ہے، لکھتے ہیں:

آبِ رکنا باد و گلگشتِ مصلا کی قسم
ہے غزل ماہر کی طرزِ حافظِ شیراز پر(۳۵)

حافظ کا معروف شعر دیکھیے:

بدہ ساقی می باقی کہ در جنت نخواہی یافت
کنارِ آبِ رکنا باد و گلگشتِ مصلّٰی را(۳۶)

جب کہ عرفی کا زیرِ تضمین شعر یہ ہے:

مدہ عنانِ تعلق بحُسنِ ھر ذرہ

برار دستی و بر فرش آفتاب انداز(۳۷)

ماہر نے دوسرے مصرعے کو اپنی ایک غزل کے شعر میں بھی تضمین کیا ہے (بیار دستے و بردوش آفتاب انداز + کہ جگنوؤں کی طرح روشنی میں کچھ بھی نہیں) اور یہاں بے حد روانی محسوس ہوتی ہے(۳۸) اسی طرح ایک نظم ''فلسفی سے خطاب'' میں عقل وعشق کا تقابل کرتے ہوئے تضمینی شعر کو بہ طور دلالت یوں برتا گیا ہے:

مٹا ہوا ہے تو عقلِ فرنگ و یوناں پر

ہماری آنکھ کا سرمہ ہے خاکِ راہِ حجاز

تلاش حق کی ہے گر، سن زبانِ ماہر سے

بگوشِ ہوش ذرا قولِ عرفیِ شیراز

مدہ عنانِ تعلق بہ حسن ہر ذرہ

برآر دستے و بردوش آفتاب انداز(۳۹)

یادرہے کہ اس بند کے دوسرے مصرعے سے خود اقبال کا ایک شعر یاد آتا ہے:

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ

سُرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف(۴۰)

اختر الایمان کے پہلے دو مجموعوں: گرداب (۱۹۴۳ء) اور سب رنگ (۱۹۴۷ء) میں تضمین نگاری کا رجحان نہیں ملتا البتہ تیسرے مجموعے: تاریک سیارہ (۱۹۵۲ء) میں اس جانب زیادہ توجہ ملتی ہے۔ اس مجموعے کی ایک نظم: پہلی کرن'' کا آغاز تضمینی مصرعے سے ہوتا ہے:

''صبح ہوئی، گجر بجا، پھول کھلے، ہوا چلی''

تاروں بھری حسین رات، نرم رواں جوان شام(۴۱)

اختر الایمان کے ہاں تضمین کے سلسلے میں غالب اور اقبال سے خاصی اثر پذیری ملتی ہے۔ کلام غالب کی تضمین کرتے ہوئے انھوں نے اپنے مجموعے: زمین زمین میں ''ڈھلان'' کے زیرعنوان لکھی گئی نظم میں یادنگاری کرتے ہوئے مصرع غالب کو بہ تصرف برتا ہے۔ یادوں کی بازآفرینی کرتے ہوئے اختر الایمان نے غالب کے ذیل کے شعر کے مصرع اول کو ایک نیا مفہوم عطا کر دیا ہے، جو وقت کی گزران کو تو ظاہر کرتا ہی ہے لیکن تضمینی صورت میں اس میں ناسٹلجیائی پہلو بھی ابھر آیا ہے، شعر یہ ہے:

رو میں ہے رخشِ عمر کہاں دیکھیے تھمے
نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں (۴۲)

اختر الایمان کی نظم سے اقتباس ملاحظہ ہو:

وہ پیچھے رہ گیا سب جس نے دل کو گدگدایا تھا
ہنسے جانا یونہی بے بات، قربت ہم نشینوں کی
وہ سب طفلانہ باتیں، واقعے الھڑ جوانی کے
بس اک یہ سلسلے ہیں آج اک بیتی کہانی کے
نکل آئے خیابانوں سے، دلکش وادیوں، سے مرغزاروں سے
وہ خوشبو زار، میلے، مسکنِ گل رہ گئے پیچھے
نہ پہلے تھا، نہ اب معلوم کیا جانے ہے کیا آگے
یہ رخشِ عمر تو رو میں ہے کب جانے کہاں ٹھہرے (۴۳)

اسی طرح ان کے مجموعۂ کلام: زمستاں سرد مہری کا (پس مرگ) میں ''رام راج بجنور میں'' کے زیرعنوان مرقوم نظم میں غالب ہی کا ایک مصرع کمال درجے کی روانی کے ساتھ پیوند کلام ہوا ہے اور اس سے نئے معنی ابھرے ہیں۔ شہر بجنور کا نقشہ جماتے ہوئے اختر لکھتے ہیں:

شہرِ بجنور کے گلی کوچے   دم بخود ہیں، خدایا کیا ہے راز
گولیوں، گالیوں سے پُر ہے فضا   محتسب بن گیا ہے سانحہ ساز

راز داری ہے ایک ہر جانب　　گرم جھونکا ہوا کا ہے غماز
طاقتیں سلب ہو گئیں ساری　　اور قانون کا پر پرواز
کٹ کے دولخت ہو گیا جیسے　　کس سے پوچھیں کہ کیا ہے اس کا جواز
''موت کا ایک دن معین ہے''　　رام لیلا ہو تیری عمر دراز۔۔۔۔(۴۴)

غالب کا مکمل شعر یہ ہے:

موت کا ایک دن معین ہے
نیند کیوں رات بھر نہیں آتی(۴۵)

اسی مجموعے میں نظم: ''پیشانی'' کے آخری شعر میں بھی غالب ہی کا ایک مصرع قدرے تصرف کے ساتھ یادنگاری کے لیے تضمین ہوا ہے، لکھتے ہیں:

وہ ساعت کھو گئی، اب دل میں رہ رہ کر کھٹکتا ہے
نہ یوں ہوتا تو یوں ہوتا، وہ ہو جاتا تو کیا ہوتا(۴۶)

غالب کا شعر مشہور دیکھیے جو بالکل مختلف تناظر میں ہے:

نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا(۴۷)

جہاں تک شعر اقبال کی تضمین کا تعلق ہے، اس ضمن میں بھی اختر الایمان کا وہی مقبول اور مروج انداز ہے کہ وہ شعر معروف یا مصرع مشہور کا انتخاب کرتے ہیں لیکن اپنی نظم میں اسے بالکل نئے اور مختلف سیاق وسباق میں برت دیتے ہیں۔اس حوالے سے ان کے مجموعے یادیں میں میر ناصر حسین کا شخصی مرثیہ قابل مطالعہ ہے، جسے پڑھ کر اقبال کے یادگار شخصی مرثیے ''والدہ مرحومہ کی یاد میں'' کی یاد تازہ ہوتی ہے اور اس کا آخری شعر تضمینی رنگ دوچند کر دیتا ہے:

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے!(۴۸)

کہیں کہیں اختر الایمان معروف، مستعمل، مروج اور زبان زدعام گیتوں اور نظموں کے ٹکڑوں کو بھی جز وکلام بناتے ہیں۔ یہ ایسے مآخذ ہیں جو مستند نہیں بل کہ ان کی حیثیت عوامی ہے، مثلاً تاریک سیارہ میں ڈرامائی نظم: ''ایک کہانی'' میں ماضی، آدمی، اور محبوبہ کے کرداروں کے مابین تشکیل پانے والے ناسٹلجیائی مکالموں میں محبوبہ کی زبانی ایک مکالمہ ادا ہوتا ہے جس میں بچوں کے ایک معروف گیت کا ٹکڑا متضمن ہے اور نئے رنگ سے نمود کرتا ہے، محبوبہ کہتی ہے:

''دریا، جھرنوں اور چشموں سے ہلکے ہلکے راگ ابلتے
جب سورج کی کرنیں پڑتیں پھول اور کلیاں آنکھیں ملتے
میٹھی میٹھی نیند سے اٹھتے دن جاتا اور رات کا راجا
نور کی کشتی لے کر آتا، ''چندا ماموں گیت سنا جا''
سب کہتے وہ پیار لٹاتا دن کا سندیسہ دیتا جاتا(۴۹)

علاوہ ازیں جزوی سطح پر ان کے ہاں وہ مرغوب تضمینی رجحان بھی ملتا ہے، جس کے تحت وہ کسی حصۂ بیت کو بہ طور عنوان اختیار کیا جاتا ہے اور یہ ٹکڑا نظم کے موضوع کا بھرپور احاطہ کرتا ہے۔ اپنی نوعیت کے اعتبار سے اسے ''تضمینِ خیال'' بھی کہا جا سکتا ہے کہ شاعر ایک بیت یا حصہ بیت کے خیال پر پوری نظم یا شعر پاروں کی اساس رکھ دیتا ہے۔ نظم کا عنوان سعدی کے جزو بیت: ''جمال ہم نشین'' پر مبنی ہے اور یہاں اختر الایمان یادداشتی پیرایے میں لکھتے ہیں:

پرانے پیڑوں کو کاٹ کر ہم نشست گاہیں سنوارتے ہیں
وہ پیڑ کاٹا تھا ہم نے جو کل جو عشق پیچاں کے پاس اگا تھا
یہ عین ممکن ہے اس کی مسند پہ، بیٹھنے والے اجنبی دو
اسیر ہو جائیں کیف و کم میں مہکتی زلفوں کے پیچ و خم میں(۵۰)

پس منظر میں سعدی کا ذیل کا شعر معروف کارفرما ہے:

جمالِ ہم نشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہمہ خاکم کہ ہستم(۵۱)

مجید امجد کے ہاں تضمین مترجم کا رجحان غالب ہے۔ اس حوالے سے ان کی منظومات ''شاخ چنار''، ''دو چیزیں''، ''ماڈرن لڑکیاں''، ''شناور''، ''وہ ایک دن بھی عجیب دن تھا'' اور ''وقت'' میں بالترتیب رچرڈ ایلڈرج، ڈونلڈ ہیب کوک، فلپ بوتھ، رابرٹ فرانسس، فلپ مرے اور رچرڈ ایلڈنگٹن کے شعر پاروں کو بہ صورت ترجمہ پیش کر کے تضمین کی منفرد صورت تضمین مترجم کا حصول کیا گیا ہے۔(۵۲)

ن م راشد کا تضمین کی طرف زیادہ رجحان نہیں البتہ جہاں کہیں انھوں نے اس فن سے استفادہ کیا، وہاں تضمین تابید یعنی تضمین مصرع یا تضمین حصۂ بیت کا انداز ابھرا ہے۔ خاص طور پر وہ مصرعے سے کم کی تضمین زیادہ کرتے ہیں۔ بعض اوقات تضمین مترجم کو اختصار کے ساتھ لاتے ہیں یعنی تابیدی میں ترجمے کے اوصاف شامل ہوجاتے ہیں۔ یوں ان کے اشعار میں دوسرے شعرا کے کلام کی بازگشت محسوس ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں خصوصیت کے ساتھ رومی، حافظ اور اقبال کے مصاریع ذہن میں آتے ہیں، جیسے ایران میں اجنبی میں تیل کے سوداگر کے عنوان سے لکھی گئی نظم کا ذیل کا مصرع:

ع بخارا و سمرقند اک خالِ ہندو کے بدلے(۵۳)

جس کے پس منظر میں حافظ کا معروف شعر ہے:

اگر آن ترکِ شیرازی بہ دست آرد دلِ مارا
بہ خالِ ھندویش بخشم سمرقند و بخارا را(۵۴)

اسی طرح تضمین خیال کا احساس اسی مجموعے کی نظم ''زندگی میری سہ نیم'' میں ہوتا ہے، ایک ٹکڑا دیکھیے:

روزگار اک پارۂ نانِ جویں کا حیلہ ہے
گاہ یہ حیلہ ہی بن جاتا ہے دستورِ حیات
اور گاہے رشتہ ہائے جان و دل کو بھول کر
بن کے رہ جاتا ہے منظورِ حیات(۵۵)

یہاں اقبال کا یہ شعر ذہن میں آ جاتا ہے:

گاہ بحیلہ می برد، گاہ بزور می کشد
عشق کی ابتدا عجب، عشق کی انتہا عجب(۵۶)

لا=انسان کی نظم ''دل، مرے صحرا نورد پیر دل'' میں رومی کے ایک مصرعے کا ٹکڑا تضمین ہوا ہے اور تضمین خیال کی صورت ابھری ہے:

سالکو، فیروز بختو، آنے والے قافلو
شہر سے لوٹو گے تم تو پاؤ گے
ریت کی سرحد پہ جو روح ابد خوابیدہ تھی
جاگ اٹھی ہے، ''شکوہ ہائے نے'' سے وہ
ریت کی تہہ میں جو شرمیلی سحر روئیدہ تھی
جاگ اٹھی ہے حریت کی لے سے وہ!(۵۷)

رومی کہتے ہیں:

بشنو از نی چون حکایت می کند
وز جدایہا شکایت می کند(۵۸)

خالص تضمین کے حوالے سے دیکھیں تو لا= انسان کی نظم ''میر ہو، مرزا ہو، میرا جی ہو'' میں ان تینوں شعرا کے شعر پارے مکالمات کی شکل میں ایک ہی بند میں بڑے قرینے کے ساتھ سمٹ آئے ہیں۔ یوں راشد نے تضمین میں ایک جدت اپنائی ہے اور ''تضمین مکالمہ پیکر'' تشکیل دی ہے، یہ بند ملاحظہ کیجیے:

''دل خراشی و جگر چاکی و خوں افشانی
ہوں تو ناکام پہ ہوتے ہیں مجھے کام بہت''
''مدعا محوِ تماشائے شکستِ دل ہے
آئینے خانے میں کوئی لیے جاتا ہے مجھے''

''رات کے پچھلے اندھیرے میں کوئی سایہ نہ تھا
چاند کے آنے پہ سائے آئے
سائے ہلتے ہوئے، گھلتے ہوئے کچھ بھوت سے بن جاتے ہیں''(۵۹)

میر اور مرزا غالب کے تضمینی شعر یہ ہیں:

دل خراشی و جگر چاکی و خون افشانی
ہوں تو ناکام پہ رہتے ہیں مجھے کام بہت(۶۰)

مدعا محوِ تماشائے شکستِ دل ہے
آئنہ خانے میں کوئی لیے جاتا ہے مجھے(۶۱)

جب کہ میرا جی کی نظم ''دن کے روپ میں رات کہانی'' کے مصرعے متفرق مقامات سے لے کر بہ صورت تضمین ڈھالے گئے تاہم ان مصرعوں میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔(۶۲)

فیض احمد فیض نے خود اپنے کلام کی تضمین کے ساتھ ساتھ معروف اردو اور فارسی شعرا کے اشعار و مصاریع سے اکتساب و انجذاب کیا۔فیض تضمین کے اس مستعمل رنگ کی پیروی بھی کرتے ہیں جس کے تحت کوئی تضمین نگار اپنے، اپنے معاصرین کے یا پھر اپنے کسی پیش رو کے کسی مصرعے یا شعر کو اپنے کسی حصۂ کلام کے نقطۂ آغاز کے طور پر برتتا ہے جس کے نتیجے میں اس پورے شعری حصے پر موضوعاتی و فکری حوالے سے روشنی پڑتی ہے۔فیض نے اس ضمن میں ان کے کلیات ''نسخہ ہائے وفا'' کے مختلف مجموعوں: **نقش فریادی** (حصہ اول)، **نقش فریادی** (حصہ دوم)، **دست صبا** (حصہ اول)، **سر وادی سینا**، **شام شہر یاراں**، **دل من مسافر من** اور **غبار ایام** کے آغاز میں(۶۳) حافظ، عرفی، بیدل، میر، غالب اور اقبال جیسے فارسی اور اردو شعرا کے اشعار اور مصرعوں کو درج کیا ہے، مثلاً:

تالیفِ نسخہ ہائے وفا کر رہا تھا میں
مجموعۂ خیال ابھی فرد فرد تھا(۶۴)

برو ای عقل و منہ منطق و حکمت در پیشم
کہ مرا نسخہ غم ہای فلان درپیشست(۶۵)

نفس باد صبا مشک فشان خواہد شد
عالمِ پیر دگر بارہ جوان خواہد شد(۶۶)

موسم آیا تو نخل دار پہ میر
یہ منصور ہی کا سر آیا(۶۷)

گماں مبر کہ بپایاں رسید کارِ مغاں
ہزار بادۂ ناخوردہ در رگ تاک است(۶۸)

ناصحم گفت کہ جز غم چہ ہنر دارد عشق
برو اے خواجۂ عاقل ھنرے بہتر ازین(۶۹)

ہر کجا رفتم غبارِ زندگی در پیش بود
یارب این خاکِ پریشان از کجا برداشتم(۷۰)

فیض تضمین تا بید، اور تضمین استعانہ' کی صورتیں بھی روانی و تسلسل کے ساتھ ترتیب دینے پر قادر ہیں اور انھوں نے درد، غالب، داغ اور اقبال کے مصرعوں اور شعروں کو جزو کلام بنا کر نہ صرف انھیں خراج عقیدت پیش کیا بل کہ کہیں کہیں ان میں تصرف کرتے ہوئے معنی آفرینی بھی کی ہے۔مثلاً درد کے ایک متصوفانہ ورندانہ شعر(۷۱) کو جوطنزیہ لے میں مرقوم ہے،فیض اپنی ایک غزل مسلسل میں من وعن تضمین کرتے ہیں:

تر دامنی پہ شیخ، ہماری نہ جائیو
دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں(۷۲)

ان کے ہاں کلامِ غالب کی تضمین تابیدو استعانہ دونوں صورتوں میں ہوئی ہے، مثلاً مصرعے سے کم کی تضمین کا رنگ فیض کے ہاں کچھ اس طرح ہے:

اپنی نظریں بکھیر دے ساقی
مے باندازۂ خمار نہیں(۷۳)

کسی گماں پہ توقع زیادہ رکھتے ہیں
پر آج کوئے بتاں کا ارادہ رکھتے ہیں(۷۴)

ع رنگ ہے دل کا مرے، خون جگر ہوتے تک(۷۵)

غالب کے مکمل شعر یہ ہیں:

دیتے ہیں جنت حیاتِ دہر کے بدلے
نشہ بہ اندازۂ خمار نہیں ہے(۷۶)

زمانہ سخت کم آزار ہے، بہ جان اسد
وگرنہ ہم تو توقع زیادہ رکھتے ہیں(۷۷)

عاشقی صبر طلب اور تمنا بیتاب
دل کا کیا رنگ کروں خونِ جگر ہوتے تک(۷۸)

مکمل شعر کی تضمین فیض کے مجموعے **دست تہ سنگ** کی نظم ''دو مرثیے'' میں ملتی ہے جس کے دوسرے حصے بہ عنوان: 'ختم ہوئی بارش سنگ' میں فیض رثائی رنگ اپناتے ہیں اور بالکل آخر میں غالب کے ذیل کے شعر کو بہ طور سند لے آتے ہیں:

کون ہوتا ہے حریف مئے مرد افگن عشق
ہے مکرر لب ساقی پہ صلا میرے بعد(۷۹)

اسی طرح غبار ایام کی ایک غزل کے مقطعے میں مصرع غالب بہت روانی کے ساتھ حصۂ بیت بن گیا ہے، شعر دیکھیے:

سجاؤ بزم، غزل گاؤ، جام تازہ کرو
''بہت سہی غمِ گیتی، شراب کم کیا ہے''(۸۰)

یوں فیض نے غالب کے شعر کو ایک مختلف تناظر میں استعمال کر کے اس کے معنی نعتیہ کے بجائے خالصتاً خمریاتی بنا ڈالے ہیں، غالب کا یہ شعر معروف دیکھیے:

بہت سہی غمِ گیتی شراب کم کیا ہے
غلامِ ساقیِ کوثر ہوں مجھ کو غم کیا ہے!(۸۱)

فیض نے معنی آفرینی کے لیے اقبال سے تضمینی استفادہ نہیں کیا۔ اس کے باوجود بھی ان کے کلام پر بھی علامہ کے اثرات مرتسم ہوئے ہیں اور تضمین خیال کی صورت جنم لیتی ہے، مثلاً شام شہریاراں کی نظم: ''اشک آباد کی شام'' کا یہ حصہ دیکھیے، جسے پڑھ کا اقبال کا شعر معروف کیسے یاد نہیں آتا، فیض لکھتے ہیں:

''جب سورج نے جاتے جاتے
اشک آباد کے نیلے افق سے
اپنے سنہری جام
میں ڈھالی
سرخیِ اول شام''(۸۲)

اقبال فرماتے ہیں:

سورج نے جاتے جاتے شامِ سیہ قبا کو
طشتِ افق سے لے کر لالے کے پھول مارے(۸۳)

فیض نے کلام اقبال سے تضمینی استفادہ کرتے ہوئے بعض اوقات تمسخرانہ رنگ بھی اختیار کیا

ہے، جسے نہ تو 'تضمین مضحک' کہہ سکتے ہیں اور نہ یہ 'طنز برائے اصلاح' ہے ___ نقش فریادی کی نظم: ''کتے'' کا آغاز دیکھیے:

یہ گلیوں کے آوارہ بے کار کتے
کہ بخشا گیا جن کو ذوقِ گدائی (۸۴)

یہاں اقبال کی علوفکر کا مظہر بے مثل شعر افق تخیل پر فوراً نمودار ہوتا ہے اور فیض کی یہ تضمین ذوق پر سخت گراں گزرتی ہے:

یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے
جنہیں تونے بخشا ہے ذوقِ خدائی (۸۵)

دیگر اردو شعرا میں فیض نے داغ کے ایک مصرعے کو اپنی باطنی کیفیت کے اظہار کا وسیلہ بنایا ہے اور اسے اپنی ایک غزل یوں تضمین کیا ہے کہ مقطعے میں آ کر زیرِ تضمین مصرعے کا موضوعاتی کینوس وسیع ہو جاتا ہے، لکھتے ہیں:

''جو گزرتے تھے داغ پر صدمے''
اب وہ کیفیت سبھی کی ہے (۸۶)

داغ کا شعر دیکھیے:

جو گزرتے ہیں داغ پر صدمے
آپ بندہ نواز کیا جانیں (۸۷)

فارسی شاعروں میں فیض کی توجہ کا مرکز حافظ اور سعدی کے شعر اور مصرعے ٹھہرتے ہیں، مثلاً زندان نامہ کی نظم: ''اے حبیبِ عنبر دست!'' میں جو حیدرآباد کی سنٹرل جیل میں ایک اجنبی خاتون سے خوش بو کا تحفہ وصول ہونے پر لکھی گئی، اپنے جذبات کے اظہار کے لیے فیض نے شعرِ حافظ (۸۸) سے معاونت لی ہے، لکھتے ہیں:

یہ شعرِ حافظِ شیراز، اے صبا! کہنا
ملے جو تجھ سے کہیں وہ حبیبِ عنبر دست

"خلل پذیر بود ہر بنا کہ مے بینی
بجز بنائے محبت کہ خالی از خلل است"(۸۹)

کلامِ فیض میں سعدی کے کلام کی تضمین، مترجم صورت میں ہوئی ہے اور انھوں نے **دست صبا** میں شامل اپنی ایک نظم میں ان کے مصرع مشہور:

ع سنگ ہا را بستند و سگاں را کشادند (۹۰)

کو بہ صورتِ تضمین خیال یوں پیش کیا ہے:

نثار میں تیری گلیوں کے اے وطن کہ جہاں
چلی ہے رسم کہ کوئی نہ سر اٹھا کے چلے
جو کوئی چاہنے والا طواف کو نکلے
نظر چرا کے چلے، جسم و جاں بچا کے چلے
ہے اہلِ دل کے لیے اب یہ نظم بست و کشاد
کہ سنگ و خشت مقید ہیں اور سگ آزاد(۹۱)

یوں فیض نے بڑی مہارت کے ساتھ سعدی کے اس مصرعے کا ایک نیا اطلاق (۹۲) دریافت کیا ہے۔ اور تضمین خیال بہ صورت تائید، کا حصول ممکن ہوا ہے۔ دیگر جدید شعرا کی طرح فیض احمد فیض کی توجہ بھی تضمین مترجم کی طرف ہوئی۔ اور انھوں نے مختلف زبانوں کے شعرا کے کلام سے استفادہ خاص کیا ہے۔ اس سلسلے میں ان کے ہاں داغستان کے ملک الشعرا رسول حمزہ کے افکار مختلف عنوانات کے تحت ترجمہ شدہ ملتے ہیں (۹۳) اسی طرح ترکی کے معروف شاعر ناظم حکمت کے ابیات کو تضمین مترجم کی صورت میں ڈھالا گیا ہے (۹۴) **مرے دل مسافر** کی "دو نظمیں" قفقاز کے شاعر قاسن قلی سے ماخوذ ہیں (۹۵) اور **غبار ایام** میں "ترک شاعر ناظم حکمت کے افکار" کے تحت لکھی گئی نظم کا شمار بھی تضمین مترجم میں ہوتا ہے (۹۶) فیض کو اس فنی حربے سے اس حد تک دلچسپی ہے کہ بسا اوقات وہ پنجابی اور ہندی گیتوں کو بھی پیوند شعر کر لیتے ہیں، مثلاً **مرے دل مرے مسافر** میں انھوں نے نظم: "ایک

نغمہ، تارکین وطن کے لیے'' کا آغاز نیلی بار کے ایک پنجابی گیت کے بول سے کیا ہے اور اس کے انتخاب کی نشان دہی بھی کر دی ہے:

''وطنے دیاں ٹھنڈیاں چھائیں اویار
ٹک رہو تھائیں اویار''(۹۷)

فیض اس امر سے آگاہ ہیں کہ بعض اوقات دوسری زبانوں میں لکھے گئے شعر پاروں کو ترجمہ شدہ صورت کے ساتھ ساتھ شعرا کے مخصوص لہجے میں بھی من وعن اپنا کر اپنے کلام کی معنی آفرینی میں اضافہ کیا جا سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس سے فنِ تضمین میں تازگی اور لطافت پیدا ہو جاتی ہے۔

حفیظ تائب کے ہاں تضمین سے زیادہ اقتباس کی طرف توجہ ملتی ہے۔ چوں کہ ان کی بنیادی پہچان حمدیہ و نعتیہ کلام ہے لہٰذا اکثر و بیش تر وہ یا حیُ یا قیوم، اللہ اکبر، اذن منی، حریص'' علیکم، لاتثریب، لاترفعوا، یاایھا المزمل، فتحنالک فتحاً، خیر الامور اوسطھا، لاترفعوا اصواتکم، اور سبحان الذی اسریٰ، جیسے عربی ٹکڑوں کو پیوندِ کلام کرتے نظر آتے ہیں اور اس حوالے سے ان کی جدت یہ ہے کہ اقتباس کی صورت میں ان میں سے اکثر متضمن حصے معروف اور مستعمل بھی نہیں بل کہ اس سلسلے میں انھیں تقدم حاصل ہے۔ مثلاً چند نعتیہ شعر دیکھیے:

بس تو ہے فتحنا لک فتحاً کا مخاطب
پیرو ہیں ترے آیۂ اطلون کے مصداق(۹۸)

سمجھا کے نکتۂ خیر الامور اوسطہا
مجھے توازنِ فکر و نظر دیا تو نے(۹۹)

ذہن میں رکھ آیۂ لا ترفعوا اصواتکم
بات کر طبعِ پیمبر کی نفاست دیکھ کر(۱۰۰)

بعض اوقات حفیظ تائب درود شریف کے ٹکڑوں کو بھی بطور اقتباس اپناتے ہیں، جیسے:

روح مری ہے پرسکوں، قلب مرا ہے مطمئن
ذکر نبیؐ لبوں پہ ہے، بیٹھتے اٹھتے رات دن
صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ (۱۰۱)

اسی طرح انھوں نے ''کوثریہ'' کے عنوان سے جو سہ مصرعی نعتیہ نظم پارے سورۃ الکوثر کے تتبع میں اس اہتمام کے ساتھ یوں لکھے کہ انھیں تینوں ہم قافیہ اور ہم وزن مصرعوں کی صورت دے دی جائے، اقتباس کی ایک دل کش مثال ہیں، جیسے ایک 'کوثریہ' دیکھیے:

خیر کثیر اعزازِ پیمبرؐ
فرماتا ہے معطی اکبر
انّا اعطینک الکوثر (۱۰۲)

تائب کے ہاں تضمین کا استعمال جزوی طور پر سرنامۂ کتاب کے طور پر بھی ہوا ہے جب کہ تخصیصی صورت یہ ہے کہ وہ تضمین مترجم کا استعمال بھی کرتے ہیں، مثلاً کلیات حفیظ تائب (حمد و نعت) کا آغاز شیخ سعدی علیہ الرحمۃ سے منسوب و معروف ابیات کو تضمین مترجم کی شکل میں سامنے لایا گیا ہے اور اس سے ان کی اس پوری کلیات کی شرح و تفسیر ہو جاتی ہے۔ سعدی کا زیر تضمین حصہ خود متضمن ہے اور یہ ہے:

بلغ العلےٰ بکمالہ
کشف الدجےٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ
صلوا علیہ والہ (۱۰۳)

تائب لکھتے ہیں:

ہوئے کمال سے اپنے وہ فائزِ رفعت
چھٹی جمال سے ان کے تمام ظلمت شب

خصائل ان کے سبھی خوب اور پسندیدہ
دورد بھیجیں نبیؐ پر اور ان کی آل پر سب(۱۰۴)

تضمین مترجم کی بھرپور ترجمانی ان کے ہاں اردو کے بجائے پنجابی کلام میں ہوئی ہے جہاں ان کا طریقہ کار یہ رہا ہے کہ وہ معروف اردو شعرا کے کلام کو پنجابی زبان میں ڈھالتے ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ مولانا ظفر علی خان کی معروف نعت (دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تمہی تو ہو + ہم جس میں بس رہے ہیں، وہ دنیا تمہی تو ہو) اور علامہ اقبال کی مشہور مثنوی ”فریاد امت“ کا ایک حصہ (آغاز کا حصہ) بہ خوبی ترجمہ کر دیا ہے۔ خالص تضمین کی صورت قدسی شھدی کی مشہور نعت کی صورت ابھرتی ہے:

مرحبا سیدی انت حبیبی و طبیب قلبی
دل و جان باد فدایت این چہ خوش لقبی (۱۰۵)

تائب کی اس نعتیہ تخمیس سے عصری حالات کی عکاسی پر مبنی چند بند ملاحظہ کیجیے جو ان کے داخلی واردات وجذبات کو عمدگی سے پیش کرتا ہے:

تجھ پہ صلوات ہو اللہ کے محبوب نبیؐ
اللہ اللہ تری خوش نسبی، خوش حسبی
تیری خوشبو ہے دو عالم میں گل مطلبی
”مرحبا سید مکی مدنی العربیؐ
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی“

تیرے ہی نور سے معمور ہیں جملہ عالم
تو ہی سرچشمۂ ہر خیر ہے اے میر امم
تو ہی سرنامۂ امکاں ہے مجھے تیری قسم
”من بیدل بہ جمال تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدیں بو العجبی“

ساری مخلوق کا تاحشر ہے تو راہنما
تجھ سا کوئی نہ ہوا ہے نہ ابد تک ہوگا
اہلِ عصیاں کی شفاعت ترا منصب ٹھیرا
”نسبتے نیست بہ ذات تو بنی آدم را
بہتر از آدم و عالم توچہ عالی نسبی“

ساری دنیا کے ہوئے جاتے ہیں ابتر حالات
اہلِ ایمان پہ مسلط ہیں شب و روز آفات
آ کے رستہ ہمیں دکھلا سر دشتِ ظلمات
”ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آب حیات
رحم فرما کہ ز حد می گذرد تشنہ لبی“

شام بے کیف ہے میری تو ہے بے نور سحر   ہر طرف گہری اداسی کا ہے میلا منظر
ملتمس ہے تری خدمت میں مرا دیدۂ تر   "چشم رحمت بکشا سوئے من انداز نظر

اے قریشی لقب و ہاشمی و مطلبی" (۱۰۶)

ناصر کاظمی کے کلام میں میر، آتش، غالب، شفیفتہ اور اقبال سے تضمینی استفادے کا رجحان ملتا ہے۔ رنگ میر تو معنوی سطح پر بھی کلام ناصر پر گہرے اثرات مرتسم کرتا ہے لیکن خالصتاً تضمینی سطح پر وہ اس سے استفاضۂ خاص کرتے ہیں۔ ناصر کے ایک مجموعے دیوان کے سرنامے پر مرقوم میر کا ایک شعر نہ صرف ان سے اثر پذیری کا اعتراف ہے بل کہ تضمین کی مقبول عام صورت کا اظہار بھی ہے جس کے تحت شاعر کسی مجموعے یا حصۂ کلام کا آغاز اپنے پیش رو یا معاصر شاعر کے ایسے شعر یا اشعار سے کرتا ہے جس سے اس کے اپنے کلام کے فکری پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ ناصر تعلی کے رنگ میں دیوان کا سرنامہ میر کے ذیل کے شعر کو بناتے ہیں:

جانے کا نہیں شور سخن کا مرے ہرگز
تا حشر جہاں میں مرا دیوان رہے گا (۱۰۷)

ناصر نے کلام میر کی تضمین اپنے مجموعے نشاط خواب میں شامل مثنوی: "شہر غریب" میں کی ہے، جہاں وہ میر کی مثنوی کے مصرعوں کی وساطت سے تقویت معنی کا حصول کرتے ہیں (۱۰۸) اسی طرح ناصر، کلام غالب کی تضمین کرتے ہوئے تضمین تابید یا ابداع، اور استعانہ یا استعانت، دونوں ہی صورتوں کی تشکیل بڑے موثر اسلوب میں کرتے ہیں۔ خصوصاً تابید کا پہلو تو شعر ناصر میں خاصی روانی کے ساتھ نمود کرتا ہے ___ اس حوالے سے برگ نے کی ایک غزل کا شعر اور نشاط خواب کے حصے "شہر غریب" کے ذیل کے اشعار بہ طور مثال پیش کیے جاسکتے ہیں:

دم گھٹنے لگا ہے وضع غم سے
پھر زور سے قہقہہ لگاؤ (۱۰۹)

کھلا جنتِ صبح کا در کھلا
بہ آوازِ اللہ اکبر کھلا

مہکنے لگیں دھان کی کھیتیاں

کہ ابرِ بہاری برس کر کھلا(۱۱۰)

ناصر کے ان اشعار کے پس منظر میں غالب کے یہ شعر تضمینی اشارے فراہم کرتے ہیں:

پھر وضعِ احتیاط سے رکنے لگا ہے دم

برسوں ہوئے ہیں چاک گریباں کیے ہوئے(۱۱۱)

صبحدم دروازۂ خاور کھلا

مہرِ عالم تاب کا منظر کھلا(۱۱۲)

ہے مجھے ابرِ بہاری کا برس کر کھلنا

روتے روتے غمِ فرقت میں فنا ہو جانا(۱۱۳)

نشاط خواب میں غالب کے اشعار کو تضمین استعانہ کی صورت پیوند شعر کیا گیا ہے اور اس کی نوعیت نعتیہ ہے۔ یہاں ناصر نے مکمل عقیدت و ارادت کے ساتھ شعر غالب کی وساطت سے توسیع معنی کا فریضہ انجام دیا ہے، لکھتے ہیں:

یہ کون طائرِ سدرہ سے ہم کلام آیا
جہانِ خاک کو پھر عرش کا سلام آیا

جبیں بھی سجدہ طلب ہے یہ کیا مقام آیا
''زبان پہ بارِ خدایا! یہ کس کا نام آیا

کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لیے''
خطِ جبیں ترا ام الکتاب کی تفسیر

کہاں سے لاؤں ترا مثل اور تیری نظیر
دکھاؤں پیکر الفاظ میں تری تصویر

''مثال یہ مری کوشش کی ہے کہ مرغِ اسیر
کرے قفس میں فراہم خس آشیاں کے لیے''

کہاں وہ پیکرِ نوری، کہاں قبائے غزل
کہاں وہ عرش مکیں اور کہاں نوائے غزل

کہاں وہ جلوۂ معنی، کہاں ردائے غزل
''بقدرِ شوق نہیں ظرف تنگنائے غزل

کچھ اور چاہیے وسعت مرے بیاں کے لیے''
تھکی ہے فکر رسا اور مدح باقی ہے

قلم ہے آبلہ پا اور مدح باقی ہے　　تمام عمر لکھا ار مدح باقی ہے
"ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے　　سفینہ چاہیے اس بحرِ بیکراں کے لیے"(۱۱۴)

یوں ناصر نے غالب کی اس معروف غزل کے بالترتیب دسویں، چھٹے آٹھویں اور تیرھویں شعر کو بالکل نئے تناظر میں نعتیہ آہنگ کی ہنت وتعمیر کے لیے بہ خوبی برتا ہے۔(۱۱۵) ناصر کاظمی کے کلام میں مصرعے سے کم کی تضمین بہت زیادہ ہے، مثلاً ذیل کے شعر دیکھیے جو بالترتیب: نشـــاط خـواب اور دیـــوان سے لیے گئے ہیں اور جہاں وہ شیفتہ، میر اور اقبال کے مصرعوں سے جزوی استفادہ کر کے تضمین تابیدکی نمود کچھ اس طرح کرتے ہیں:

گواہی باقی ہے اصغر کی لے چلے ہیں حسین
ورق اک اور بھی ہے زیبِ داستاں کے لیے(۱۱۶)

بیٹھے ہو کیوں ہار کے سائے میں دیوار کے
شاعرو، صورت گرو کچھ تو کیا چاہیے(۱۱۷)

متضمن ٹکڑے شعرائے مذکور کے ذیل کے ابیات کی طرف توجہ دلاتے ہیں:

فسانے اپنی محبت کے سچ ہیں پر کچھ کچھ
بڑھا بھی دیتے ہیں ہم زیب داستاں کے لیے(۱۱۸)

ہوگا کسو دیوار کے سائے میں پڑا میر
کیا ربط محبت سے اُس آرام طلب کو(۱۱۹)

ہند کے شاعر و صورت گر و افسانہ نویس
آہ! بیچاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار!(۱۲۰)

ناصر نے بعض دوسری زبانوں کی شاعری کا ترجمہ کر کے تضمین مترجم کی صورت بھی ترتیب دی ہے اور اس سلسلے میں نشـــاط خـواب کے حصہ سوم میں موجود چینی شعرا ٹے۔ بے، چائن وتنائی اور

وی ٹی وغیرہ یا پھر یورپی شعرا مثلاً والٹ وٹمین اور رابرٹ فراسٹ یا اسی حصے میں شامل مقامی شعرا میں خواجہ غلام فرید کا کلام (۱۴۱) بہ طور مثال پیش کیا جا سکتا ہے۔

منیر نیازی نے زیادہ تر تضمین مترجم کی طرف ارجاع کیا۔ اس سلسلے میں ان کا **مرغوب ترین** طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے پنجابی **کلام** کو اردو میں مترجم **صورت** میں پیش کر دیتے ہیں۔ جدید اعتبار سے ایسی **منظومات** 'ترجمہ نگاری' کی ذیل میں بھی آتی ہیں۔ منیر نیازی کے مجموعے **چھ رنگین دروازے، آغاز زمستان میں دوبارہ، ساعت سیار اورپہلی بات هی آخری تهی** اس ضمن میں **لائق** مطالعہ ہیں۔ یاد رہے کہ منیر نیازی نے بعض انگریزی شعرا مثلاً جیمز لیمب اور ولیم بلیک کی **منظومات** کو بھی ''سو جاؤ، آرام کرو'' اور ''بیمار گلاب'' کے زیرعنوان تضمین مترجم کی صورت عطا کی۔ خود اپنی جن اردو نظموں کو انھوں نے پنجابی زبان میں ترجمہ کیا، ان میں ''گانے والے پنچھی کی رت''، ''کوکتی ہے بنسری''، ''وقت سے آگے گزرنے کی سزا''، ''شہر کے مکان''، ''برسوں کے بعد **ملاقات**''، ''نئی رت''، ''ہونی کے حیلے'' اور ''ایک دعا جو بھول گیا تھا'' (۱۴۲) کے علاوہ ان کے مجموعے **ساعت سیار** میں ایک مکمل حصہ پنجابی شاعری سے مترجم ہے (۱۴۳) منیر نیازی نے اپنی بعض پنجابی **غزلوں** کو اردو کے قالب میں بھی ڈھالا اور تضمین مترجم کی صورت تشکیل دی (۱۴۴)۔ البتہ مروج **صورت** میں ان کے ہاں تضمین نہ ہونے کے برابر ہے، مثلاً ایک مقام پر **چھ رنگین دروازے** کی غزل میں غالب کا معروف شعر تضمین ہوا ہے، جو یہ ہے:

سو پشت سے ہے پیشۂ آبا سپہ گری
کچھ شاعری ذریعۂ عزت نہیں مجھے (۱۴۵)

منیر نیازی بہ تصرف لکھتے ہیں:

سو پشت سے تھا پیشۂ آبا سپہ گری
کچھ شاعری ذریعۂ عزت ہوئی مجھے (۱۴۶)

کسی ایک صنفِ سخن میں تضمین نگاری کے جوہر دکھاتے ہوئے مکمل مجموعہ ترتیب دینے میں فراق

گورکھ پوری ممتاز ہیں۔ انھوں نے فنِ تضمین کے اظہار کے لیے مخمسے قلم بند کیے جو گلکاریاں کے زیرِ عنوان سامنے آئے اور ان میں تضمین نگاری کے نئے تجربات کو محسوس کیا جا سکتا ہے، انداز دیکھیں:

پشیماں ہو کے بھی مجھ کو نہیں ہوتی پشیمانی
پریشاں ہو کے بھی مجھ کو نہیں ہوتی پریشانی
ہر اک افسانۂ خوش فہمی الفت ہے طولانی
زمانے بھر میں رسوا ہوں مگر اے وائے نادانی
سمجھتا ہوں کہ رازِ عشق میرے رازداں تک ہے (۱۲۷)

آنے والی ہے صدا اب اٹھتے جاؤ
میکدہ خود ہم سے کہتا تھا کہ آؤ
رات بھر تھا دورِ بادہ سے لگاؤ
ساقیا اب لگ رہا ہے چل چلاؤ
جب تلک بس چل سکے ساغر چلے (۱۲۸)

تضمینی اشعار اقبال (۱۲۹) اور درد (۱۳۰) کے ہیں۔

تضمین نگاری کے باب میں بیسویں صدی کے مزاحیہ شعرا نے کمال پیدا کیا ہے۔ اس سلسلے میں سید ضمیر جعفری، سید محمد جعفری، اسد جعفری، دلاور فگار، انور مسعود، محمد طٰہٰ خان اور گلزار بخاری وغیرہ کی ظریفانہ تضمینیں اہم ہیں، جن میں تحریف اور تصرف کے ذریعے معنویت پیدا کی گئی ہے۔ مثلاً سید ضمیر جعفری نے مسدسِ حالی میں ''کاغذی پیرہن'' (۱۳۱) اور ضمیریات میں ''بنگالے کا ڈھانچہ'' میں دیوانِ غالب کے پہلے مطلع کو طنزیہ و مزاحیہ رنگ کی تشکیل کے لیے برتا ہے۔ (۱۳۲) اسد جعفری نے اپنے قطعات 'وفاداری'، 'ضد'، 'فاقہ مستی'، 'طبیعت'، 'اندیشہ'، 'مرے آگے' وغیرہ میں تحریف کے حربے کو اپناتے ہوئے کمال سحر انگیزی سے کام لیا ہے۔ تضمینی تحریف کے سلسلے میں وہ مزاح نگاروں میں سرِفہرست ہیں اور زیادہ تر غالب اور اقبال کے اشعار سے حسن و معنویت پیدا کرتے ہیں۔ (۱۳۳)

اسی طرح دلاور فگار نے ظریفانہ رنگ و آہنگ کو برقرار رکھتے ہوئے تضمینیں کیں۔ اس سلسلے میں 'صبحدم دروازۂ خاور کھلا' اور 'سیلابِ ادب' نمائندہ نظمیں ہیں۔(۱۳۴) انور مسعود نے اپنے مجموعے **میلی میلی دھوپ** کے قطعات میں سماجی طرزِ احساس کے ساتھ طنزیہ و مزاحیہ افکار کی پیش کش کرتے ہوئے تضمین سے استفادہ کیا ہے۔(۱۳۵) علاوہ ازیں مکمل مجموعے کی صورت میں شاہد الوری کے مجموعۂ کلام **چراغ سے چراغ** میں تضمین کے نمونے ملتے ہیں۔

بیسویں صدی کے ان چند اُردو شعرا کے ہاں تضمین نگاری کے پیش کردہ رجحانات اور تضمین شدہ مآخذ و مصادر اس امر کی نشان دہی کرتے ہیں کہ ان جدید شاعروں نے اپنے کلام میں ایک قدیم اور کلاسیکی شعری حربے سے استفادہ کرتے ہوئے بڑے قرینے سے نئی جہتیں ابھاری ہیں۔ انھوں نے تضمین کو اپنے مطمحِ نظر کے اظہار کے لیے کمال درجے کی ذہانت اور شعری استعداد کے ساتھ برتا ہے۔ ان تضمینوں سے اردو اور فارسی کے منتخب اشعار بھی سامنے آجاتے ہیں اور ان کی نئی معنویت بھی پڑھنے والے کو متوجہ کرتی ہے۔ اردو کی ایسی تضمینیں بلاشبہ متاثر کن ہیں اور نہ صرف فارسی بل کہ خود اردو کی شعری روایت کے انسلاک سے عمدہ اور دل کش معانی ترتیب دیتی ہیں۔ یہ تضامین اس امر پر بھی شاہد ہیں کہ اُردو میں تضمینِ شعر کا سلسلہ آغازِ شاعری سے اب تک پوری کشش کے ساتھ جاری ہے۔ اس اعتبار سے یہ ایک ایسا فن ہے جو کلاسیکی شعری روایت کی جاگیر میں انفرادی صلاحیت کی شمولیت کی ایک عمدہ مثال ہے۔

☆☆☆☆☆

حوالے اور حواشی

(۱) صوفی تبسم: سو بار چمن مہکا (کلیاتِ صوفی تبسم)، لاہور: الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء، ص ۶۳

(۲) ایضاً: ص ۸۵، (۳) ایضاً: ص ۱۰۳، (۴) ایضاً: ص ۱۱۹، (۵) غالب: دیوانِ غالب (مرتبہ) حامد علی خان، ص ۱۳۱،

(۶) ایضاً، ص ۱۸۳، (۷) ایضاً، ص ۷۸، (۸) صوفی تبسم: کلیاتِ صوفی تبسم، ص ۲۳۰، (۹) ایضاً، ص ۳۵۹

(۱۰) ایضاً، ص ۳۵۴ (۱۱) غالب: دیوانِ غالب (مرتبہ) حامد علی خان، ص ۱۱۷

(۱۲)اقبال: پیامِ مشرق مشمولہ کلیاتِ اقبال (فارسی)، ص۸۵ (۱۳) تضمین شدہ شعر کا ماخذ تحقیق طلب ہے

(۱۴) کلیاتِ صوفی تبسم، ص۳۸۲ تا ۳۱۶۔

(۱۵) دیکھیے کلیاتِ صوفی تبسم صفحات ۱۰۴، ۳۸۵، ۳۱۹ اور ۵۶۵ کے تحت درج کلام۔

(۱۶) کلیاتِ ماہر، لاہور: القمر انٹر پرائزز ۱۹۹۴ء، ص۶۰۔

(۱۷) کلیاتِ ماہر، ص۱۱۲ (۱۸) ایضاً، ص۹۶ (۱۹) اقبال: بانگِ درا، ص۲۴۹ (۲۰) کلیاتِ ماہر، ص۳۱۹

(۲۱) رومی: مثنوی معنوی بکوشش نیکلسون، تہران: مطبع بریل در لیدن از بلاد ہلاند ۱۹۳۵ء۔ دفتر ا، ج ا، ص۳، س ا۔

(۲۲) اقبال: پیامِ مشرق، ص۱۰۶ (۲۳) کلیاتِ ماہر، ص۳۲۲

(۲۴) رومی: بحوالہ گلدستۂ خرد از محمد ضیاء الدین ضیا، بمبئی: مطبعہ ترقی واقع بھنڈی بازار، س ن، ص۳۴۔

(۲۵) کلیاتِ ماہر، ص۳۴۰، (۲۶) ایضاً، ص۳۵۳، (۲۷) اقبال: بالِ جبریل، ص۶۰، (۲۸) کلیاتِ ماہر، ص۱۵۷

(۲۹) اقبال: بالِ جبریل، ص۲۶ (۳۰) کلیاتِ ماہر، ص۱۵۸، (۳۱) ایضاً، ص۲۰۱،

(۳۲) غالب: غزلیاتِ فارسی، ص۳۵۸، (۳۳) کلیاتِ ماہر، ص۳۹۸

(۳۴) فانی: کلیاتِ فانی، لاہور: مکتبۂ شعر و ادب، س ن، ص۱۷، (۳۵) کلیاتِ ماہر، ص۵۵۸

(۳۶) حافظ: دیوانِ حافظ بکوشش محمد قزوینی و قاسم غنی، ص۲

(۳۷) عرفی: کلیاتِ عرفی بکوشش جواہری وجدی، تہران: کتاب خانۂ سنائی ۱۹۵۷ء، ص۳۱۹۔

(۳۸) کلیاتِ ماہر، ص۴۲۷ (۳۹) ایضاً، ص۵۲۲ (۴۰) اقبال: بالِ جبریل، ص۴۹

(۴۱) تاریک سیارہ مشمولہ کلیاتِ اختر الایمان، کراچی: آج کی کتابیں، ۲۰۰۰ء، ص۱۷۵۔

(۴۲) غالب: دیوانِ غالب (مرتبہ) حامد علی خاں، ص۸۰

(۴۳) زمین زمین مشمولہ کلیاتِ اختر الایمان، ص۴۵۸، ۴۵۹

(۴۴) زمستاں سرد مہری کا مشمولہ کلیاتِ اختر الایمان، ص۴۹۷

(۴۵) غالب: دیوانِ غالب (مرتبہ) حامد علی خاں، ص۱۳۰

(۴۶) زمستاں سرد مہری کا مشمولہ کلیاتِ اختر الایمان، ص۵۲۱

(۴۷) غالب: دیوانِ غالب (مرتبہ) حامد علی خاں، ص۴۷

(۴۸) اقبال کے شعر میں اختر الایمان کے برعکس 'ان' کے بجائے 'تیری' کا لفظ ہے، دیکھیے: بانگِ درا مشمولہ کلیاتِ اقبال (اردو)، ص۲۳۶۔

(۴۹) تاریک سیارہ مشمولہ کلیات اختر الایمان، ص۱۹۶، (۵۰) زمین زمین مشمولہ کلیات اختر الایمان، ص۴۹۲

(۵۱) سعدی: کلیاتِ سعدی بکوشش محمد علی فروغی، ص۳ ۔یہ شعر گلستان میں ہے۔

(۵۲) دیکھیے: کلیات مجید امجد (مرتبہ) ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، لاہور: ماورا پبلشرز ۱۹۹۱ء، صفحات بالترتیب ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۳۰، ۳۳۳، ۳۳۵ اور ۳۸۲۔

(۵۳) ن م راشد: کلیات راشد، لاہور: ماورا پبلشرز، ۱۹۹۱ء، ص۳۳۵۔

(۵۴) حافظ: کلیاتِ حافظ بکوشش محمد قزوینی و قاسم غنی، ص۲۔

(۵۵) کلیات راشد، ص۱۷۹ (۵۶) اقبال: بالِ جبریل، ص۱۱۸ (۵۷) کلیات راشد، ص۲۷۹

(۵۸) رومی: مثنوی معنوی بکوشش نکلسون، دفتر ۱، ج۱ ص۳ بی۱ (۵۹) کلیات راشد، ص۳۵۱

(۶۰) میر تقی میر: کلیاتِ میر (مرتبہ) کلب علی خاں فائق، لاہور مجلس ترقی ادب، ۱۹۹۱ء، ج۱، ص۲۱۹

(۶۱) غالب: دیوانِ غالب، ص۱۷۷۔

(۶۲) میراجی: میراجی کی نظمیں مشمولہ کلیاتِ میراجی (مرتبہ) ڈاکٹر جمیل جالبی، اردو مرکز لندن، ۱۹۸۸ء، ص۱۱۷، ۱۲۱

(۶۳) کلامِ فیض کے لیے ملاحظہ کیجیے متذکرہ شعری مجموعوں (مشمولہ نسخہ ہائے وفا، لاہور: مکتبہ کارواں، س ن،) صفحات نمبر بالترتیب: ۱۰۱، ۵۹، ۵۱۰، ۲۹، ۴۰۳ اور ۸۲۔

(۶۴) غالب: دیوان غالب (مرتبہ) حامد علی خاں، ص۶ یہاں فیض نے مصرع اول میں 'تھا' کو 'ہوں' میں بدل دیا ہے۔

(۶۵) عرفی: کلیات اشعار مولانا عرفی شیرازی بکوشش جواہری 'وجدی' تہران: کتاب خانہ سنائی، ۱۹۵۷ء ص۲۴۶، فیض کے ہاں تصرف کے شدہ صورت میں ہے:

برو اے عقل منہ منطق و حکمت درپیش
کہ مرا نسخۂ غم ہائے فلاں درپیش است

دیکھیے: نسخہ ہائے وفا، ص۱۔

(۶۶) حافظ: دیوان حافظ، بر اساس نسخہ دکتر قاسم غنی و محمد قزوینی، تہران: انتشارات فارابی، طبع اول ۱۳۷۵، ص۱۱۵۔

(۶۷) شعر نہ مل سکا۔

(۶۸) اقبال: پیام مشرق مشمولہ کلیاتِ اقبال (فارسی)، ص۹۴۔

(۶۹) حافظ: دیوان حافظ، بر اساس نسخہ دکتر قاسم غنی و محمد قزوینی، ص۲۷۳ ۔ ______ یاد رہے کہ فیض نے مصرع اول میں 'کہ جز' کی جگہ 'بجز' کا لفظ لکھا ہے۔

(۷۰) بیدل: دیوانِ مولانا بیدل دہلوی بکوشش حسین آہی، ایران: کتاب فروشی فروغی ۱۳۷۱، ص۸۲۹۔

(۷۱) درد: دیوانِ درد (مرتبہ) خلیل الرحمٰن داؤدی، لاہور: مجلس ترقی ادب ۱۹۸۸ء، ص۱۶۶۔

(۷۲) دستِ تہِ سنگ مشمولہ نسخہ ہائے وفا، ص۷۷ (۷۳) نقشِ فریادی مشمولہ نسخہ ہائے وفا، ص۱۷۔

(۷۴) دستِ صبا مشمولہ نسخہ ہائے وفا، ص۷۹ (۷۵) دستِ تہِ سنگ مشمولہ نسخہ ہائے وفا، ص۷۰۔

(۷۶) دیوانِ غالب (مرتبہ) حامد علی خاں، ص۱۳۹ (۷۷) ایضاً، ص۸۸ (۷۸) ایضاً: ص۲۳

(۷۹) ایضاً: ص۴۶ ـــــ ''نسخہ حمیدیہ'' میں دوسرے مصرعے میں ''میں'' کے بجائے ''پہ'' ہے جب کہ نسخہ نظامی، عرشی اور حسرت موہانی میں ''میں'' ہے۔

(۸۰) غبارِ ایام مشمولہ نسخہ ہائے وفا، ص۳۲۔ (۸۱) دیوانِ غالب (مرتبہ) حامد علی خاں، ص۱۷۶۔

(۸۲) شامِ شہرِ یاراں مشمولہ نسخہ ہائے وفا، ص۳۷۔

(۸۳) اقبال: بانگِ درا مشمولہ کلیاتِ اقبال (اردو)، ص۱۷۳۔

(۸۴) نقشِ فریادی مشمولہ نسخہ ہائے وفا، ص۱۷

(۸۵) اقبال: بالِ جبریل مشمولہ کلیاتِ اقبال (اردو)، ص۱۰۵۔

(۸۶) مرے دل مرے مسافر مشمولہ نسخہ ہائے وفا، ص۲۷۔

(۸۷) داغ: گلزارِ داغ مشمولہ کلیاتِ داغ، دہلی: کتابی دنیا، س ن، ص۱۶۲۔

(۸۸) حافظ: دیوانِ حافظ، لکھنؤ: منشی نول کشور، ۱۹۱۷ء، ص۴۸۔

(۸۹) زنداں نامہ مشمولہ نسخہ ہائے وفا، ص۴۷۔

(۹۰) فیض احمد فیض نے اس کا انتساب سعدی سے کیا ہے تاہم یہ ماخذاتِ سعدی میں نہیں۔

(۹۱) دستِ صبا مشمولہ کلیاتِ فیض، ص۶۵۔

(۹۲) دستِ صبا مشمولہ نسخہ ہائے وفا، ص۶۵۔ (۹۳) سرِ وادیٔ سینا مشمولہ نسخہ ہائے وفا، ص۹۵ تا ۱۰۳

(۹۴) شامِ شہرِ یاراں مشمولہ نسخہ ہائے وفا، ص۱۰۹ تا ۱۱۴ (۹۵) مرے دل مرے مسافر مشمولہ نسخہ ہائے وفا، ص۲۰ تا ۲۴

(۹۶) غبارِ ایام مشمولہ نسخہ ہائے وفا، ص۲۶ (۹۷) مرے دل مرے مسافر مشمولہ نسخہ ہائے وفا، ص۷۷۔

(۹۸) کلیاتِ حفیظ تائب (حمد و نعت)، لاہور: القمر انٹرپرائزز، طبع اول ۲۰۰۵ء، ص۲۵۹۔

(۹۹) ایضاً، ص۲۷۱ (۱۰۰) ایضاً، ص۲۷۴ (۱۰۱) ایضاً: ص۲۴۵ (۱۰۲) ایضاً، ص۵۰۳

(۱۰۳) کلیاتِ حفیظ تائب (حمد و نعت)، ـــــ سرنامۂ کتاب۔

(۱۰۴) ایضاً، صفحات بالترتیب: ۵۶،۵۶۴،۵۷ (۱۰۵) قدسی مشہدی کی یہ نعت دستیاب نہ ہو سکی۔

(۱۰۶) کلیات حفیظ تائب (حمد و نعت) ص ۴۲۷، ۴۲۸

(۱۰۷) میر: کلیات میر (مرتبہ) کلب علی خاں فائق، ج ا، ص ۱۰۴۔

(۱۰۸) نشاطِ خواب مشمولہ کلیات ناصر، لاہور: جہانگیر بک ڈپو ۱۹۹۶ء، ص ۴۳۔۶۵

(۱۰۹) برگِ نے مشمولہ کلیات ناصر، ص ۱۲۵، (۱۱۰) نشاطِ خواب مشمولہ کلیات ناصر، ص ۲۶

(۱۱۱) غالب: دیوان غالب (مرتبہ) حامد علی خاں، ص ۱۸۷۔

(۱۱۲) ایضاً، ص ۱۹۸۔ واضح رہے کہ یہ غالب کے معروف اردو قصیدے: ''مدح شاہ'' کا بیت اول ہے جسے ناصر نے مختلف سیاق و سباق میں تضمین کیا ہے۔

(۱۱۳) دیوان غالب (مرتبہ) حامد علی خاں، ص ۳۹، (۱۱۴) نشاطِ خواب مشمولہ کلیات ناصر، ص ۳۷، ۳۸

(۱۱۵) دیوان غالب (مرتبہ) حامد علی خاں، ص ۱۸۸، (۱۱۶) نشاطِ خواب مشمولہ کلیات ناصر، ص ۴۵

(۱۱۷) دیوان مشمولہ کلیات ناصر، ص ۷۸

(۱۱۸) شیفتہ: کلیات شیفتہ (مرتبہ) کلب علی خاں فائق، لاہور: مجلس ترقی ادب طبع اول ۱۹۶۵ء، ص ۱۵۸۔

(۱۱۹) میر: کلیات میر (مرتبہ) کلب علی خاں فائق، لاہور: مجلس ترقی ادب ۱۹۹۱ء، ج ۲، ص ۲۵۷ــــ واضح رہے کہ انتخاب کلام میر (مرتبہ) مولوی عبدالحق میں دوسرے مصرعے ہی 'ربط' کے بجائے 'کام' ہے، دیکھیے انتخاب مذکور، مطبوعہ لاہور اکیڈمی، لاہور، س ن، ص ۱۶۸۔

(۱۲۰) اقبال: ضربِ کلیم مشمولہ کلیات اقبال (اردو)، ص ۱۲۹۔

(۱۲۱) نشاطِ خواب مشمولہ کلیات ناصر میں شامل ان دونوں مترجمہ منظوموں کو 'تضمین مترجم' کے ساتھ ساتھ 'تضمین خیال' کے تناظر میں بھی دیکھنا چاہیے جہاں ناصر نے ان شعرا کے بنیادی خیالات اور بعض مقامات پر لفظی اختراجات سے عمدہ معنی تخلیق کیے ہیں، ملاحظہ کیجیے متذکرہ شعری ٹکڑے: ص ۹۷ تا ۹۶۔

(۱۲۲) ماؤ منیر، لاہور: ماورا پبلشرز، ۲۰۰۵ء، ص ۲۹

(۱۲۳) ساحتِ سیار مشمولہ ماؤ منیر، ص ۵۳

(۱۲۴) چھ رنگین دروازے مشمولہ ماؤ منیر، ص ۹۷

(۱۲۵) غالب: دیوان غالب (مرتبہ) حامد علی خان، ص ۲۱۰

(۱۲۶) چھ رنگین دروازے مشمولہ ماؤ منیر، ص ۴۸

(۱۲۷) فراق گورکھ پوری: گلکاریاں، لاہور: مکتبۂ اردو ادب، س ن، ص ۵۷

(۱۲۸) ایضاً، ص ۶۷

(۱۳۹) اقبال: بانگِ درا مشمولہ کلیاتِ اقبال (اردو)، ص ۱۲۹ ____ واضح رہے کہ اقبال کے ہاں دوسرے مصرعے میں 'رازِ عشق' کی جگہ 'میرا عشق' کے الفاظ ہیں۔

(۱۳۰) درد: دیوانِ درد (مرتبہ) خلیل الرحمٰن داؤدی، ص ۲۲۵ درد کے ہاں مصرعِ اول میں ''سا قیاباں'' کے الفاظ ہیں

(۱۳۱) سید ضمیر جعفری: مسدسِ بدحالی، اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز، ۱۹۹۶ء، ص ۱۶۳۔

(۱۳۲) ایضاً: ضمیریات، جہلم: بک کارنر، س ن۔ ص ۵۷۔

(۱۳۳) اسد جعفری: ہنستے ہنستے نکل پڑے آنسو، لاہور: خزینۂ علم و ادب، ۲۰۰۸ء، ص ۳۶، ۵۶، ۶۱۔

(۱۳۴) دلاور فگار: کلیاتِ دلاور فگار، کراچی: فرید پبلشرز، س ن، ص ۳۱۵، ۳۱۶، ۴۹۹ اور ۵۰۱۔

(۱۳۵) انور مسعود: میلی میلی دھوپ، اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء، ص ۳۷، ۵۲، ۷۹، ۸۷، ۸۸۔